چوہدری ریاض احمد شب قدر کی شہادت کا واقعہ
شاتان تذبحان کا الہام ایک اور رنگ میں پورا ہوا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 /اپریل 1995ء بمقام مسجد بشارت سپین)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ (آل عمران: 170 تا 172)

پھر فرمایا:۔

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے اور یہ سورۃ آل عمران کی آیات 170، 171 اور 172 ہیں جو میں نے تلاوت کی ہیں۔ ان کا ترجمہ یہ ہے کہ ہرگز ان لوگوں کو جو خدا کی راہ میں قتل ہوئے مردے نہ کہو بَلْ اَحْيَاۗءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ اپنے رب کے حضور رزق دیئے جا رہے ہیں فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وہ اس سے بہت خوش ہیں جو اللہ نے ان پر فضل فرمایا ہے یا جو انہیں اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا اور آسمان سے ان لوگوں کے متعلق بھی خوشخبریاں حاصل کر رہے ہیں، خوشخبریاں پا رہے ہیں جو ان

سے نہیں ملے یعنی پیچھے رہ گئے مِّنْ خَلْفِهِمْ ان کے بعد پیچھے رہ گئے ہیں۔ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کہ ان پر بھی کوئی خوف نہیں ہے اور وہ غم نہیں کریں گے۔ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وہ اللہ سے نعمت کی خوشخبریاں پاتے ہیں اور اس کے فضل کی اور اس بات کی اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ کہ اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

دنیا میں زندگی اور موت کا ایک تو جاری سلسلہ ہے۔ لاکھوں کروڑوں انسان پیدا ہوتے ہیں اور ایک دن میں مرتے بھی ہیں اور ان کا کوئی شمار نہیں، کسی گنتی میں نہیں آتے۔ لیکن بعض جو خدا کی راہ میں قربانی کرنے والے، خدا کی راہ میں غیر معمولی اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفا کے نمونے دکھانے والے لوگ ہیں ان کا ذکر اس دنیا میں بھی خیر کے ساتھ جاری ہوتا ہے بلکہ ملاء اعلیٰ میں بھی خیر کے ساتھ جاری ہوتا ہے اور پھر آنے والی نسلوں میں ہمیشہ ہمیش کے لئے ان پر سلام بھیجے جاتے ہیں۔ پس زندگی اور موت تو ایک عام جاری و ساری سلسلہ ہے۔ خوش نصیب وہ ہوتے ہیں جن کو خدا کی راہ میں قربانیاں دیتے ہوئے، خدا کی راہ میں، خدا کی رضا کی خاطر، بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیتے ہوئے موت آئے اور ان اموات میں سب سے بلند تر وہ مرتبہ ہے جو شہید کا مرتبہ کہلاتا ہے یعنی روزمرہ کی زندگی میں عام لوگ جو خدمت دین میں وفات پاتے ہیں انبیاء کو چھوڑ کر اور صدیقوں کو چھوڑ کر جو ایک بہت ہی بلند تر مراتب کی باتیں ہیں ان سے نیچے سب سے بلند مرتبہ شہداء کا ہے اور اسی ترتیب سے اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے اور ان کے بعد پھر صالحین کی باری آتی ہے۔

تو شہداء کی وفات کا تذکرہ موت کے ساتھ کرنا جائز نہیں کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ان کو مردے ہرگز نہ کہو۔ اس لئے یہ مضمون بیان کرنا بہت سی مشکلات کا حامل ہے، بہت سی مشکلات راہ میں رکھتا ہے۔ ایک طرف جانے والوں کی جدائی کا صدمہ اور پیچھے رہنے والوں کا احساس دل کو غمگین کرتا ہے دوسری طرف اتنی عظیم سعادت ان کا پا جانا کہ ان کے سوا کسی اور دنیا چھوڑنے والے کے متعلق اللہ نے یہ نہیں فرمایا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ کہ وہ زندہ ہیں اور خدا کے حضور رزق دیئے جارہے ہیں۔ باقی فوت شدگان کے متعلق ہم تفصیل سے کچھ نہیں جانتے۔ تفصیل سے تو ان کے متعلق بھی کچھ نہیں جانتے مگر یہ خصوصی ذکر کہ وہ زندہ ہیں تمہیں علم نہیں کہ کیسے زندہ ہیں اور یہ کہ خدا کے حضور وہ رزق جن کی ان کو ضرورت ہے یعنی روحانی زندگی میں وہ ان کو عطا ہو رہا ہے یہ ان

کے سوا کسی اور کے متعلق قرآن کریم میں بیان نہیں ہوا۔ پس اس پہلو سے ان کی خوش نصیبی اوران کی سعادت غیر معمولی مقام رکھتی ہے اور بعد کی تاریخ بھی ہمیشہ ان کے ذکر کو زندہ رکھتی ہے اور زندہ رکھے گی۔ پس اس پہلو سے مشکل یہ درپیش ہوتی ہے کہ ایک طرف ان کی جدائی کا صدمہ پیچھے رہنے والوں کو اوران کے پسماندگان کا احساس دوسری طرف سعادت اتنی عظیم اور غیر معمولی ہے کہ اس کا خوشی سے ذکر نہ کرنا بھی ایک قسم کی ناشکری ہے۔

پس اس لحاظ سے جب چوہدری ریاض احمد صاحب کی پشاور سے شہادت کی اطلاع ملی جو شب قدر میں ہوئی تو اس وقت پہلے جو دل میں صدمے کا احساس پیدا ہوا اس پر پھر طبیعت استغفار کی طرف مائل ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے میں نے بڑی التجا سے معافی مانگی اس خبر پر مجھے صدمہ کیوں پہنچا ہے جبکہ تیرا حکم یہ ہے کہ خوش نصیب لوگ ہیں بڑے مراتب پانے والے ہیں لیکن انسانی نفس کی کمزوری اس کے ساتھ لگی رہتی ہے اور ایسے مشکل مواقع پر صدمے اور غم کے اندر تفریق کرنا بہت مشکل کام ہے۔

بہر حال چوہدری ریاض احمد صاحب جن کی شہادت کا ذکر مختلف انٹرنیشنل نیوز ایجنسیز کے ذریعے دنیا میں پہلے ہی پہنچ چکا ہے ان کا واقعہ بہت اہمیت رکھتا ہے اور جماعت کی تاریخ میں یہ شہادت ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے یہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ شب قدر میں جو واقعہ گزرا ہے اس کا پس منظر یہ ہے کہ مردان کے ایک مخلص دوست چوہدری ریاض احمد صاحب جو ڈاکٹر رشید احمد صاحب کے داماد تھے۔ ڈاکٹر رشید احمد خان صاحب کو ہمیشہ سے تبلیغ کا بہت ہی جنون اور شوق رہا ہے یہاں تک کہ خدا کی راہ میں پہلے بھی ان کو شدید مشکلات کا سامنا رہا لیکن انہوں نے کبھی کوئی پرواہ نہیں کی۔

1974ء میں ڈاکٹر رشید احمد خان صاحب کے اوپر بندوقیں تان کر ان کے سینے سے لگا کر ان سے کہا گیا کہ تم ابھی بھی توبہ کرلو اور مسلمان ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا میں تو مسلمان ہوں، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا کلمہ ہے اس پر میرا ایمان ہے اور کیسے مسلمان بنوں۔ انہوں نے کہا نہیں اس طرح نہیں مرزا صاحب کو حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو گالیاں دو تب تم مسلمان کہلاؤ گے۔ انہوں نے کہا نعوذ باللہ من ذالک یہ اسلام تو میں نے کہیں نہیں پڑھا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جو اسلام سکھایا ہے اس میں کسی کو گالیاں دینا تو کہیں اسلام

میں داخل نہیں سمجھا گیا اور جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں درود تو پڑھوں گا اور سلام بھی بھیجوں گا لیکن ان کا ذکر بدی سے کرنا ان کو گالیاں دینا میرے بس کی بات ہی نہیں ہے۔ جو کرنا ہے کرو اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ تمہیں یاد نہیں شاید کہ احد کے میدان میں ایک واقعہ ہوا تھا ایک صحابیؓ تھے جو کھجور کھا رہے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو اس کھجور کو دیکھ کر انہوں نے کہا اے کھجور میرے اور جنت کے درمیان تو ایک کھجور ہی حائل ہے؟ اس کو اٹھا کے ایک طرف پھینک دیا اور سیدھا دشمنوں کے اوپر تنہا حملہ آور ہوئے اور ان کے جسم کے ٹکڑے اڑ گئے لیکن وہ شہادت کا عظیم مرتبہ حاصل کر گئے (بخاری کتاب المغازی حدیث نمبر :4046) اور ایسا مرتبہ جس کا ذکر ہمیشہ تاریخ اسلام میں خصوصیت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو ان کے اور جنت کے درمیان ایک کھجور ہی تو تھی مگر میرے اور جنت کے درمیان تو ہوا بھی نہیں ہے۔ یہ تمہاری گولیاں، تمہاری بندوقیں، میری چھاتی سے لگی ہوئی ہیں اس لئے جو کرنا ہے کر گزرو مگر یہ ناممکن ہے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر بدی سے کروں۔ اس بات کا ایسا رعب ان پر طاری ہوا کہ وہ اس وقت اپنے ارادے سے باز آ گئے اور پھر بھی یہ مسلسل تبلیغ میں مصروف رہے ہیں۔

اور ان کے داماد چوہدری ریاض احمد صاحب، جن کا غلطی سے ایم۔ ٹی۔ اے پر ریاض احمد خان کے نام سے ذکر ہوتا رہا ہے، یہ چوہدری ریاض احمد صاحب ہیں، ریاض احمد خان نہیں۔ اگرچہ رشید احمد خان صاحب کے داماد تھے، ان کا خاص جو مقام اور مرتبہ ہے وہ یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی بارہا احمدیت کی خاطر ان کو تکلیفیں پہنچیں۔ مردان میں ان پر چھری سے وار کیا گیا پھر سرگودھا میں جو 1974ء کا واقعہ گزرا ہے وہاں ریلوے اسٹیشن پر جن کو گولیاں لگیں ان میں یہ بھی شامل تھے اور جب گولی لگی تو انہوں نے فرمایا یہ تو کچھ بھی نہیں، یہ تو ابھی آغاز ہے یعنی ارادہ اسی وقت سے شہادت کا تھا اور اسی نیت کے ساتھ یہ ہمیشہ زندہ رہے۔

اب اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ رشید احمد خان صاحب جو ڈاکٹر تھے ان کی تبلیغ سے ایک جگہ مٹہ مغل خیل میں ایک دوست تھے جو ملازمت بھی کرتے تھے اور وکالت بھی کرتے تھے ان کو احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق نصیب ہوئی۔ وہ چونکہ ایک طاقتور پٹھان خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس لئے ان کی احمدیت پر وہاں بڑا سخت ردعمل ہوا اور تمام علاقے میں ان کے متعلق قتل کے فتوے

جاری ہونا شروع ہوئے۔ان کے بھائیوں میں سے ایک بھائی جو بہت ہی زیادہ متشدد تھا اس نے تو سب سے زیادہ مخالفت کی حد کی اور علماء کو لا کر ان کے قتل کے لئے فتوے حاصل کئے۔ ملاں فضل ربی اس علاقے کا ایک ملاں ہے جو اس معاملے میں سب سے زیادہ بدبختی کا نمونہ دکھاتا رہا اور کثرت کے ساتھ لوگوں میں ان کے خلاف انگیخت کرتا رہا لیکن جہاں تک اس نومبائع دوست کا تعلق ہے ان کے متعلق میں آپ کو بتادوں ان کا ذکر یہاں لکھا ہوا ہے۔(وہ واقعہ جو میں نے پڑھا تھا اس کی تفصیل شاید میں ساتھ لانا یعنی تحریری تفصیل ساتھ لانا بھول گیا ہوں یا کہیں رہ گیا ہے لیکن زبانی طور پر مجھے یاد ہے وہ میں آپ کو بتاتا ہوں)۔ان کا نام دولت خان ہے اور جب ان کی بیعت کا واقعہ مشہور ہوا تو بھائیوں نے بھی مخالفت کی اور علماء کو بلا کر ان سے گفتگو کروائی۔ جب علماء نے گفتگو کی تو انہوں نے کلمہ لا الہ الا اللّٰہ پڑھا اور اپنا مؤقف بیان کیا کہ میں کیا سمجھتا ہوں اس پر وہ علماء جو ان سے بحث کے لئے آئے تھے ان میں چونکہ شرافت تھی انہوں نے اسی مجلس میں یہ اعلان کیا کہ جو باتیں انہوں نے بیان کیں ہیں ان میں کوئی بھی کفر کی بات نہیں اس لئے ان پر مرتد ہو کر قتل کرنے کا فتویٰ صادر نہیں کیا جا سکتا۔اس پر ان کے پانچ بھائی تو ان کے ساتھ ہو گئے اور ایک بھائی مخالفت پہ قائم رہا جب ان کو بہت زیادہ ستایا گیا اور گالیاں دی گئیں تو یہ چونکہ وہ جگہ چھوڑ کر ہجرت کرنے کا ارادہ کر کے گھر سے نکلے اس لئے وہ جو پانچ بھائی تھے ان میں سے بعض نے ان کا پیچھا کیا اور کہا کہ ہم راضی ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں تم واپس آجاؤ۔ جو شریر بھائی تھا اس نے ایک اور ملاں سے جو افغانستان سے ہجرت کر کے آیا ہوا ہے اس سے دوبارہ قتل کا فتویٰ لیا اور اس نے تعداد تو معین نہیں لیکن علاقے کے بہت سے لوگوں کا مجمع اکٹھا کر کے ان کے قتل کا فتویٰ لیا۔ یہ تفصیل بیان کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اس کا بعد میں آنے والے واقعات سے ایک تعلق ہے۔یعنی موجود علماء نے ان سے گفت وشنید کے بعد ان کے متعلق یہ فیصلہ دیا کہ ان کے عقائد میں کوئی بات بھی اسلام کے خلاف نہیں ہے اس لئے ان پر ارتداد اور قتل کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ بعد میں ایک افغان ملّاں کو جو متشدد تھا بلایا گیا اور اس نے ان کے قتل کا فتویٰ صادر کیا۔اس کے باوجود یہ وہاں موجود رہے اور چونکہ شرارت کے بڑھنے کا خطرہ پیدا ہوا اس لئے پولیس نے ان کو نقص امن کی دفعہ لگا کر جیل میں ڈال دیا اور اس کے ساتھ ان کے بعض بھائیوں، عزیزوں کو بھی جیل میں ڈالا گیا لیکن ان کی ضمانت فوراً کروالی گئی اور ان کی ضمانت کسی نے نہ دی۔

ان سے جیل میں چوہدری ریاض احمد صاحب ملنے گئے اور ان سے باتوں میں یہ کہا کہ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے مجھے تو عبداللطیف شہید کا انجام سب سے اچھا لگتا ہے۔ وہ واقعہ سنایا اور کہا میری دلی تمنا بھی یہی ہے کہ میں عبداللطیف شہید کا مرتبہ حاصل کروں اور عجیب ہے، یہ اتفاق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے کہ ان کی شہادت سے پہلی رات ان کی بھابی نے ایک رؤیا میں دیکھا کہ ایک بکری ذبح کی جارہی ہے اور انہوں نے اسی وقت صدقہ نکال کے ایک طرف رکھ دیا مگر پھر رؤیا میں دیکھا کہ ایک بکری ذبح ہو چکی ہے اور ایک بکری باقی رہ گئی ہے اور وہ چونکہ ایک بکری ذبح ہو چکی ہے دوسری کو ان کے والد ذبح کرنے لگے تھے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو ہو چکی ہے اس لئے کوئی ضرورت نہیں ہے اس لئے ایک بکری کو چھوڑ دیا گیا۔

یہ بظاہر ایک معمولی بات ہے لیکن اس کا بہت گہرا تعلق تاریخ احمدیت سے ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ اور ان کے ساتھی کی شہادت کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے الہام کے طور پر آپ کو بتایا جو یہ تھا ''شاتان تذبحان '' (تذکرہ صفحہ:69) دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ تو شاتان تذبحان کا اس واقعہ سے ایک گہرا تعلق تھا اس لئے یہ خیال کہ شاید ان کی خواہش کا ذکر کر کے ہم خواہ مخواہ ان کی شہادت کو ایک غیر معمولی مقام دے رہے ہیں اس بات نے رد کر دیا کہ ایک خاتون کو وہی رؤیا دکھائی گئی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام میں جن الفاظ میں عظیم شہادتوں کی خبر دی گئی تھی اور ان کے ذہن میں اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جب مجھے اس رؤیا کی اطلاع بھیجی گئی تو اس میں بھی ان کا کوئی تعلق نہیں باندھا گیا۔ گویا یہ الگ اتفاقی واقعہ ہے اور شہادت ایک الگ معاملہ ہے۔ وہ سمجھتے رہے کہ صرف اس شہادت کی خبر ہے حالانکہ بکری ذبح ہونا اور ایک بکری کا چھوڑا جانا یہ بتاتا ہے کہ شاتان تذبحان سے اس واقعہ کا بہت گہرا تعلق ہے لیکن یہاں دو نہیں بلکہ ایک شہادت ہوگی۔

پس جب انہوں نے جیل میں ان سے ذکر کیا تو ساتھ ہی اس خواہش کا اظہار بھی کیا اور اس کے بعد پھر یہ واقعہ ہوا کہ وہ علماء جنہوں نے ان کے خلاف قتل کی سازش کر رکھی تھی، یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے ان کا جیل میں داخل ہونا اور ضمانت پر نہ رہا ہونا دراصل ایک چال تھی کہ اس پر ان کو ضمانت پر رہا کروانے کی خاطر جب ان کو تبلیغ کرنے والے آئیں گے تو ہم ان کو قتل کریں گے اور مقامی طور پر

چونکہ پٹھانوں میں قبائلی عصبیتیں پائی جاتی ہیں اس لئے کسی ایک پٹھان کا جس کا پیچھا مضبوط ہو، اس کے ساتھ ان کا ایک قبیلہ ہو، کچھ بھائی کچھ دوسرے اثر والے لوگ ہوں، ان کا براہ راست فوراً قتل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔اس کے ساتھ تعصّبات جاگ اٹھتے ہیں اور بعض دفعہ ایک لمبا سلسلہ قتل وغارت کا اور انتقام کا شروع ہو جاتا ہے۔پس یہ سازش کی گئی ان دونوں مبلغین کے خلاف یعنی رشید احمد خان صاحب اور چوہدری ریاض احمد صاحب کے خلاف کہ جب یہ ضمانت کروانے آئیں گے اس وقت ان کو مارا جائے گا۔

چنانچہ جب بڑی دلیری کے ساتھ، چوہدری رشید احمد صاحب اپنے اس داماد کو ساتھ لے کر اور ساتھ ایک اور دوست بھی تھے ان کو لے کر جب ضمانت کے لئے وہاں پہنچے تو پہلے سے یہ پانچ ہزار مشتعل عوام کا وہاں مجمع اکٹھا کیا جا چکا تھا اور وہی ملاں جس کا میں نے نام لیا ہے یہ ان کی قیادت کر رہا تھا اور بڑے زور کے ساتھ اشتعال دلا کر ان کو سنگسار کرنے کی تعلیم دے رہا تھا۔اب صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ کو بھی پتھروں سے سنگسار کیا گیا ہے اور یہ ایک اور مشابہت اس بات سے ملتی ہے۔چنانچہ جب وہ حملہ آور ہوئے تو ان کو پکڑا اور سب سے پہلے ان کی پیشانی پر بڑے زور سے پتھر مارا اور اسی پتھر کے ذریعے یہ نیم بے ہوش ہو کر زمین پر جا پڑے لیکن اتنی ہوش تھی کہ مسلسل کلمہ ادا کرتے رہے اور آخری آواز جوان کی سنائی دی وہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کی آواز تھی۔چنانچہ اس حالت میں جب ان کو شہید کر دیا گیا بالآخر تو پھر ان کی نعش کو گھسیٹا گیا اور ان کے اوپر ناچ کیا گیا اور وہاں کے مشتعل پٹھان مسلمانوں نے ان کی چھاتی پر چڑھ کر ناچ کئے اور اس طرح اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت پیش کیا۔

پولیس کا یہ حال تھا کہ ان کو بچانے کی بجائے ان کی نعش کو ٹھڈے مارے اور کہا کہ ہم بھی اس طرح ثواب میں شریک ہو جاتے ہیں۔بالآخر ان کی لاش کو پشاور منتقل کیا گیا اور موجود پولیس نے نہ صرف یہ کہ ان کو بچانے کی کوشش نہیں کی بلکہ با قاعدہ گھیرا ڈال کر یہ تأثر دیا گیا کہ پولیس کی حفاظت میں ہیں کوئی فکر کی بات نہیں اور تمام مجمع جو قاتل تھا وہ اس گھیرے کے اندر ان کو قتل وغارت کر رہا تھا، ان کے گرد کوئی پولیس کا گھیرا نہیں تھا۔بہر حال جو بھی واقعہ مقدر تھا عظیم شہادت کا وہ اسی طرح رونما ہوا پھر ان کی نعش کو دوسری جگہ پشاور منتقل کیا گیا چادر ڈال کر ان کو پھر آخر ربوہ پہنچایا گیا۔

جوان کے خسر تھے رشید احمد خان صاحب ان کو بھی انہوں نے اپنی طرف سے اتنا مارا کہ وہ سمجھے کہ مر چکا ہے اور جو دوسرا پہلو تھا کہ دوسری بکری بچ گئی ہے وہ اس طرح پورا ہوا لیکن جب ان کو مردہ سمجھ کر مردہ خانے لے جانے کے لیے پولیس کی وین میں ڈال کر بھجوایا گیا تو یہ بتاتے ہیں کہ مجھے مسلسل ہوش تھی اور اگر چہ میں اس وقت حرکت نہیں کر سکتا تھا اس وقت لیکن مجھے ہوش تھی اور میں ان کی باتیں سن رہا تھا اور وین میں بھی پولیس نے آکر ان کو ٹھڈے مارے، وہیں وین میں موجود پولیس نے کہا ہم بھی ثواب میں شریک ہو جائیں اور جب یہ مردہ خانے پہنچنے لگے تو اس وقت انہوں نے ان کو بتایا کہ میں زندہ ہوں مجھے پانی دو۔ اس پر پولیس نے کہا کہ ہیں! تم ابھی تک زندہ ہو اور ان کا ارادہ بد معلوم ہوتا تھا لیکن پاکستان کی پولیس کا یہ کام ہے کہ پیسہ کا انکار ممکن نہیں ان کے لیے۔ چنانچہ ان کو اتنی ہوش رہی کہ انہوں نے کہا کہ تم قیمت مقرر کر لو مجھے پشاور پہنچا دو تو جو تم مانگتے ہو میں تمہیں دے دوں گا۔ چنانچہ جو بھی ان کے ساتھ طے ہوا اللہ بہتر جانتا ہے کیا تھا اس کی تفصیل نہیں آئی مگر اس پیشکش کے بعد پولیس نے مردہ خانے پہنچانے کی بجائے پشاور میں جہاں احمدی دوست تھے ان کے سپرد کیا۔

یہ جو واقعہ اس طرح گزرا ہے اس میں حکومت کا کردار یہ ہے کہ جب وہاں کے ایس پی نے ڈپٹی کمشنر کو فون کیا اور کہا کہ یہ صورت حال ہے ہمیں بتایا جائے کہ کیا کرنا ہے۔ تو ڈپٹی کمشنر صاحب نے جیسا کہ ایسے لوگوں سے توقع ہے کہا کہ دیکھیں امن عامہ کی صورت بگاڑنی نہیں اس لیے ہونے دو جو ہوتا ہے یعنی امن عامہ کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی کسی قسم کی حکومت کے لئے الجھن پیش نہ آئے خواہ معصوم مارے جائیں اس سے حکومت کو کوئی غرض نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پولیس نے اپنے افسر اعلیٰ کا مدعا سمجھتے ہوئے قطعاً ایک ذرہ بھر بھی ان کو بچانے کی کوشش نہیں کی لیکن ایک ایسا وقت آیا جبکہ مجمع کا آپس میں اختلاف ہو گیا۔ ان کی شہادت کے بعد جب یہ فیصلہ کیا گیا کہ ان کو گھسیٹا جائے گلیوں میں اور ننگا کیا جائے اور اس قسم کی اور مکروہ باتیں جب وہ کر رہے تھے تو مجمع میں اختلاف ہو گیا اور کچھ شرفاء ایسے تھے جو ڈٹ گئے کہ تم کیا بکواس کر رہے ہو یہ کوئی طریق نہیں ہے، تم نے جو کرنا تھا کر دیا لیکن اب یہ اگلی کارروائی نہیں ہوگی۔ اس پر جب مشتعل ہوئے دونوں گروہ اور یہ خطرہ ہوا کہ اب آپس میں ماریں گے ایک دوسرے کو، اس وقت پولیس نے پھر فضائی فائر کئے اور ہوائی گولیاں چلائیں تا کہ مجمع منتشر ہو جائے اور مجمع کا یہ حال تھا کہ وہ چند ہوائی گولیاں بھی ان کے لیے کافی تھیں وہ ان سے

منتشر ہو گئے۔ اگر پہلے پولیس ایسی کارروائی کرتی تو ہرگز بعید نہیں تھا مگر بعید تھا اس پہلو سے کہ خدا تعالیٰ کے ہاں مقدر تھا ایک فیصلہ تھا کہ ان کو شہادت کا ایک خاص مقام عطا کیا جائے گا۔

چنانچہ جو مختلف رؤیا دیکھی گئی ہیں ان میں سے بعض کا ذکر کرتا ہوں اس سے پتا چلتا ہے کہ ان کی یہ شہادت کوئی عام روزمرہ کی شہادت نہیں۔ عام شہادت کا بھی بہت بڑا مقام ہے، غیر معمولی مرتبہ رکھتی ہے جیسا کہ قرآن کریم کی آیت سے میں نے ثابت کیا ہے لیکن بعض شہادتیں بعض دوسری شہادتوں پر فوقیت لے جاتی ہیں۔ ضمناً یہ ذکر کردوں کہ ابوظہبی میں بھی ایک عرصہ وہاں ملازمت کرتے رہے وہاں سے بھی احمدیت کی بنا پر ان کو فارغ کیا گیا حالانکہ اور بہت سے ابوظہبی میں خدمت کرنے والے ہیں جن کو فارغ نہیں کیا گیا تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر جگہ بڑی دلیری کے ساتھ احمدیت کی تبلیغ کرتے تھے یہاں تک کہ ماحول ان کو برداشت نہیں کرسکتا تھا۔

جو رؤیا ان کے متعلق مبشرات دیکھی گئی ہیں ان میں سے ایک تو ان کی اپنی رؤیا ہے جب وہ دولت خان صاحب سے جیل میں ملاقات کر کے آئے ہیں اور حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ شہادت کا تذکرہ اور اپنی دلی تمنا کا اظہار کیا کہ کاش میں بھی ایسا مرتبہ پا جاؤں۔ تو انہوں نے رؤیا میں دیکھا کہ وہ ایک خوبصورت باغ میں ہیں جہاں پر ایک تخت پڑا ہے اور یہ اس تخت پر تخت نشین ہو گئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ غیر معمولی عظمت کا اور فضل کا نشان ان کو عطا ہونے والا تھا۔ ان کی بھاوجہ نے رؤیا میں دیکھا کہ کوئی بکری کو ذبح کر رہا ہے ان کی آنکھ کھل گئی۔ رات کے دو بجے تھے اس وقت صدقہ دینے کا ارادہ کیا اور صدقہ کی رقم الگ کر کے رکھ لی، پھر سو گئیں۔ پھر وہی خواب دکھائی دیا کہ ایک بکری ہے اس کے ٹکڑے سامنے پڑے ہیں اور ریاض کی بھابھی اپنے والد عظیم شاہ سے کہتی ہیں کہ میں نے تو صدقہ بھی دے دیا ہے لیکن پھر بھی آپ نے بکری کو ذبح کر دیا۔ لیکن اس کے ساتھ ایک اور بکری بھی تھی وہ ذبح کرنا چاہتے تھے مگر وہ انہوں نے ذبح نہیں کی اور اس کو چھوڑ دیا۔ تو ایک کی شہادت یعنی **شاتان تذبحان** کا مضمون اس رؤیا میں پہلے ہی دکھا دیا گیا تھا اور اس مرتبہ ایک کی شہادت کو کافی سمجھا گیا۔

نورالدین احمد صاحب جو شہید ریاض احمد کے ہم زلف ہیں انہوں نے رؤیا میں دیکھا کہ دو بیل ہیں جن میں سے ایک طاقتور اور ایک کمزور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں آیا کہ ان کی

قربانی دی جائے جیسا عیدالاضحیٰ کے موقع پر کرتے ہیں۔تو پہلے میں نے کمزور کو پکڑا تو میرے والد ڈاکٹر منظور احمد نے کہا کہ یہ کمزور ہے۔(یہ ہمارے جو باڈی گارڈ ہوا کرتے تھے محمود احمد خان صاحب، ان کے والد ہیں منظور خان جو رشید احمد خان کے بڑے بھائی ہیں) تو انہوں نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو دوسرے طاقتور کی قربانی دو۔تو میں نے طاقتور بیل کو پکڑا، گرایا اور قربان کر دیا۔اب یہاں بھی دو کا مضمون ہے وہ اسی طرح چل رہا ہے ساتھ۔دو بکریاں، دو بیل اور پھر کمزور کو چھوڑ دیں جو بوڑھے تھے اور کمزور تھے اور طاقتور کو پکڑ لو جو نوجوان ان کے داماد تھے۔یہ ساری باتیں بتا رہی ہیں کہ کوئی اتفاقات نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پہلے سے فیصلہ شدہ تھی اور وہ جس طرح ظاہر ہوئی ہے یہ اس کے واقعات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے رؤیا میں پہلے بتا کر ان کے اقرباء کی تسلی کے سامان کئے۔

ڈاکٹر رشید احمد خان صاحب کو ان کے داماد کی شہادت کی اطلاع نہیں دی گئی ان کی اپنی حالت بھی نازک تھی۔ہمارے عزیز ڈاکٹر مبشر احمد کا فیکس مجھے ملا ہے کہ وہ اس وقت ربوہ میں ہیں اور خاص حفاظت کے وارڈ میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی خطرہ ان کو نہیں ہے اس وقت اور جو پسلیاں ٹوٹی ہیں اور جو کہنی کی ہڈی ٹوٹی ہے اس کا وہ علاج کر رہے ہیں۔تو ان کو چونکہ بتایا نہیں گیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی رؤیا میں ہی اطلاع دی اور وہ رؤیا انہوں نے یہ دیکھی کہ ایک چھوٹا جہاز ہے جسے وہ خود اڑا رہے ہیں۔آگے وہ ایک انتہائی سفید کمروں والی جگہ میں پہنچتے ہیں جس کے آخر میں نہایت خوبصورت سفید رنگ کا صوفہ بچھا ہے جس پر ریاض احمد شہید بیٹھنے کے لئے چلے گئے اور صوفے پر براجمان ہو جاتے ہیں۔مگر ڈاکٹر صاحب کو روک دیا گیا اور کہا گیا کہ جنت کا آخری مقام ہے جہاں تم نہیں جا سکتے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے داماد کو ایک اعلیٰ فضیلت کا مقام خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمایا گیا ہے جو ان کے لئے مقدر نہیں تھا اس لئے ان کی شہادت نہیں ہوئی۔یہ اللہ کی مرضی ہے اس کا اپنا فضل ہے جسے چاہے دے، جس طرح چاہے دے۔

یہ تو اس شہادت کے تذکرے ہیں۔اب میں ضمناً آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ کی شہادت کے خون کا آج تک یہ قوم اس کی قیمت ادا کر رہی ہے اور اب تک اس خون کے داغ دھل نہیں سکے۔مسلسل افغانستان پر ایک بلا کے بعد دوسری بلا نازل ہوتی ہے جو ان کی شہادت کے بعد سے شروع ہوئی اور یہ سلسلہ آج تک ختم نہیں ہو سکا۔فیض نے کہا ہے:

خون کے دھبے دھلیں گے کتنی برساتوں کے بعد (کلیات فیض)

مگر بعض دفعہ شہادت کے خون اتنے پکے ہوتے ہیں اور بعض شہادتیں خصوصیت کے ساتھ ان کو شہید کرنے والوں کے خلاف اللہ کا غضب ایسا بھڑ کاتی ہیں کہ خون کی برساتیں بھی مسلسل ہوتی رہتی ہیں اور وہ خون کے دھبے دھلتے نہیں، مزید خون کی طلب کرتے رہتے ہیں۔ اللہ رحم فرمائے افغانستان پر، ان کے دن بدلیں اور وہ اسی طرح بدل سکتے ہیں کہ افغان قوم کی توجہ احمدیت کی طرف ہو اور وہ اپنی سابقہ کوتاہیوں اور غفلتوں کی اللہ تعالیٰ سے نیک اعمال کے ذریعے معافی مانگیں اور ایمان لا کر معافی مانگیں اس کے بغیر افغانستان کی تقدیر سدھرتی ہوئی دکھائی نہیں دیتی۔

اب پاکستان کے علاقہ میں جو یہ واقعہ گزرا ہے یہ بھی اس علاقے کے لئے اس لحاظ سے بدشگون ہے اگرچہ احمدیت کے لحاظ سے ایک بہت ہی عظیم شہادت کا اضافہ ہے جو ہماری تاریخ کو اور بھی زیادہ خوبصورت اور دلکش اور عظیم بنادے گا اور ہمیشہ آسمان شہادت پر ان کی شہادت بھی نمایاں خوبصورت حروف میں لکھی ہوئی دکھائی دے گی لیکن جہاں تک اس علاقے کا تعلق ہے اس میں ایک اور پہلو خاص طور پر قابل ذکر یہ ہے کہ ان کو آخری فتویٰ دے کر شہید کرنے والا ملاں بھی افغانستان ہی کا تھا اور جس طرح صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ کا واقعہ گزرا ہے ان کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا کہ پہلے جن علماء سے ان کا مناظرہ کروایا گیا۔ ان علماء میں سعادت اور شرافت تھی۔ بارہ علماء چنے گئے تھے جن کے ساتھ ان کا مناظرہ کروایا گیا اور اس مناظرے کے بعد ان سب کا یہ فیصلہ تھا کہ اس کی باتوں میں کوئی بھی بات اسلام کے خلاف نہیں اور اس لحاظ سے ہم ان کے ارتداد کا اور قتل کا فتویٰ صادر نہیں کر سکتے۔ تب بادشاہ کا ایک کزن نصر اللہ خان جو دراصل اس ساری شرارت کا کرتا دھرتا تھا اس نے اپنی مرضی کے بعض علماء کو بلا کر ان کو دھمکیاں دیں اور کہا کہ اگر تم نے فتویٰ صادر نہ کیا تو میں تمہارے ساتھ یہ کروں گا۔ چنانچہ اس کے دباؤ میں آ کر بالآخر ان علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ واقعۃً یہ مرتد ہے۔ اب مجھے تفصیل یاد نہیں کہ وہ بارہ اس میں شامل ہو گئے تھے یا یہ الگ فتویٰ تھا مگر واقعہ کی ترتیب یہی ہے کہ پہلے علماء نے فتویٰ دینے سے انکار کیا اور صاف کہا کہ ان کے عقائد میں کوئی بات بھی اسلام کے خلاف نہیں پھر دباؤ میں آ کر دوسرے علماء نے ان کے خلاف فتویٰ دیا اور بعینہٖ یہی واقعہ ان کے ساتھ گزرا ہے۔

دولت خان کے ساتھ جو واقعہ گزرا ہے وہ اسی طرح ہوا ہے یعنی اگر چہ ریاض کے ساتھ براہ راست یہ واقعہ نہیں گزرا لیکن حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ کی شہادت کی یاد اس واقعہ نے تازہ کردی ہے۔تو کچھ تعلقات ایسے ہیں ان واقعات کے جو یہ بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شہادت کا ایک خاص مرتبہ ہے لیکن اب اگلا پہلو جو ہے وہ خطرناک ہے۔اگر اس شہادت کا یہ مرتبہ تھا کہ آج سو سال گزرنے کے بعد بھی وہ شہادت کا خون قوم کا پیچھا نہیں چھوڑ رہا تو اللہ رحم فرمائے اس علاقہ پر کہ یہ شہادت بھی ویسا ہی رنگ نہ لائے۔اس لئے ہم تو انتقامی کارروائیوں کے قائل نہیں ہیں ہم تو قوم کی فلاح اور بہبود کے قائل ہیں۔اس لحاظ سے میں نے یہ سارا مضمون کھول کر جماعت کے سامنے رکھا ہے کہ جہاں تک شہید کا تعلق ہے ان کے مراتب کی تو ہمیں نہ فکر ہے نہ ہم اس میں کچھ کر سکتے ہیں۔وہ اللہ کی دین تھی، ایک خاص اعزاز تھا جو ان کے نصیب ہوا، جو قسمت کے ساتھ سینکڑوں ہزاروں سال میں بعض دفعہ کسی ایک آدمی کو نصیب ہوا کرتا ہے۔

جہاں تک قوم کا تعلق تھا ہمیں دعا کرنی چاہئے اور خدا کی رحمت کو یہ واسطہ دے کر کہ کچھ بھائی جو نیک تھے، جنہوں نے اپنے بھائی کا ساتھ دیا تھا ان کی اس نیکی کو ہی قبول فرمالے اور باقی قوم کو اس سزا سے بچالے۔ یہ دعا اور تمنا ہونی چاہئے ہر احمدی کی کہ اس علاقے کو لمبی خوفناک ہلاکت اور عذابوں سے بچائے۔ جہاں تک اس مولوی کا اور اس مجمع کا تعلق ہے، جنہوں نے آنکھیں کھول کر اسلام کے خلاف نہایت ہی ظالمانہ کارروائی کی ہے ان کے متعلق خدا کی تقدیر جو چاہے فیصلہ کرے لیکن عموماً جو علاقہ ہے اور جو قوم ہے ان کے لئے ہمیں ہدایت کی دعا کرنی چاہئے اور یہ انتظار نہیں کرنا چاہئے کہ ان کو بھی ویسا ہی عذاب ملے جیسا کہ افغانستان کے علاقے کے لوگوں کو ملا ہے اور اب تک مل رہا ہے۔

یہ بڑی دیانت داری کے ساتھ اور دل کی گہرائی کے ساتھ میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ انتقام دیکھنے کی تمنا نہ کریں اور بخشش کی تمنا کریں جو ہدایت کے ساتھ وابستہ ہو۔ **اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون** کی دعا ہے جو سب سے زیادہ اچھا نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ پس اسی سنت کو دہراتے ہوئے ان لوگوں کے حق میں دعا کریں کہ اے اللہ ان کو ہدایت دے کر عذاب سے بچا اور افغانستان کے متعلق میں نے یہی آپ کے سامنے بات رکھی ہے کہ ان کی نجات کا راستہ اب

ہدایت ہی ہے۔ بعض دفعہ جتنی چاہے قیمت ادا کرتے چلے جاؤ جب تک ہدایت نہیں پاؤ گے تو عذاب پیچھا نہیں چھوڑا کرتا۔ حضرت نوحؑ کی قوم کے ساتھ کیوں یہ ہوا کہ وہ ساری قوم مٹادی گئی اس لئے کہ خدا تعالیٰ کے علم میں تھا کہ ان میں سے کوئی بھی ہدایت نہیں پائے گا اور چونکہ ہدایت نہیں پانا تھا۔ اس لئے حضرت نوحؑ کو اللہ نے اطلاع فرما دی کہ یہ قوم جو ہے اب یہ ہدایت کے دائرے سے باہر جاچکی ہے۔ ایسی باہر جاچکی ہے کہ جو بچے پیدا کرے گی وہ بھی کافر اور مرتد ہوں گے، کافر اور ظالم ہوں گے اور ان میں سے کوئی نیکی کا بیج باقی نہیں رہا۔ جب یہ اطلاع ملی تب حضرت نوحؑ نے ان پر بددعا کی ہے اس سے پہلے نہیں کی اور ان پر بددعا کرنا انسانیت کے لئے دعا کرنے کے مترادف تھا۔

پس اس پہلو سے اللہ تعالیٰ نے چونکہ افغان قوم کو ابھی رکھا ہوا ہے، سزا مل رہی ہے۔ اس لئے میں یہ نتیجہ نہیں نکالتا کہ ان کا ہدایت کا نہ پانا گویا کہ مقدر ہے۔ میں یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ چونکہ اکثر نے اس ظلم میں شمولیت اختیار کی اور اس پر خوش ہوئے اس لئے جب تک وہ ہدایت نہیں پاتے ان کی سزا کا سلسلہ جاری رہے گا۔ ورنہ نوحؑ کی قوم کے ساتھ ایک بے انصافی سمجھی جائے گی۔ اس لئے ان کے لئے بھی ہدایت کی دعا کریں۔ بعض لوگ یہ ذکر کرتے ہیں اور ان کے چہرے پر یہ اطمینان ہوتا ہے کہ دیکھو اس قوم کو کیسا بدلہ ملا ہے مگر مجھے تو تکلیف پہنچتی ہے۔ یہ بدلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اعجاز تو ہے لیکن ایسا نہیں کہ ہمارے دل اس پر خوشی محسوس کریں۔ اگر ایسا ہوا تو ہمارے دل سخت ہو جائیں گے اور خدا کے یہ نشانات ہمیں فائدہ پہنچانے کی بجائے ہمارے نقصان کا موجب بھی بن سکتے ہیں۔ اس لئے اپنے دلوں کی پاکیزگی کا خیال کریں۔ اپنے جذبات کو اسلامی ادب کے دائرے میں رکھیں اور ان ظالموں کے خلاف بھی بددعا کرنے کی بجائے یہ دعا کریں کہ اللہ ان کو ہدایت دے کیونکہ ہدایت پا جانا سب سے بہتر جواب ہے ان مظالم کا اور ہدایت کا انتقام سب سے اعلیٰ انتقام ہے۔ پس اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جہاں تک ان کے پسماندگان کا تعلق ہے میرا رابطہ چوہدری خورشید احمد صاحب جو ان کے برادر نسبتی ہیں ان سے فون پر جرمنی میں ہوا ہے اور ان کے ذریعے مجھے اطلاع ملی ہے۔ دو دفعہ ان سے فون پر بات ہوئی ہے کہ ان کے سب عزیز اللہ کے فضل سے پورے حوصلے میں ہیں اور قطعاً ان کو کوئی

گھبراہٹ نہیں ہے۔اور اللہ کے فضل کے ساتھ شہید کی بیوہ سے بھی فون پر ان کی بات ہوئی ہے، خدا کے فضل سے حوصلے میں ہیں اور اس بات پر مطمئن ہوئیں کہ میری ان کے بھائی سے فون پر بات ہوئی ہے۔ان کے چار بچے ہیں ان میں سے ایک بچی چھوٹی ہے۔اس چھوٹی بچی کے متعلق یہ کچھ دن سے کہہ رہے تھے۔وہ ان کو بہت پیاری تھی، کچھ دن سے کہہ رہے تھے کہ اور تو سب آسان ہے مگر اس کو چھوڑنا مشکل ہے۔اب یہ بات چھوٹی سی ہے لیکن اس سے دو نتیجے میں نے نکالے ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

ایک تو یہ کہ جو پیچھے رہ جاتے ہیں ان کا فکر ضرور شہیدوں کی روحوں کو دامن گیر ہوسکتا ہے اور اسی لئے وہ آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے اس میں اس بات کا جواب دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وہ بہت خوش ہیں اس سے جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کیا لیکن ساتھ ہی وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ان کے متعلق بھی اللہ ان کو خوشخبریاں دے رہا ہے یعنی خوشخبریاں پا رہے ہیں جو ان سے ابھی نہیں ملے، ان سے ملے نہیں ہیں یعنی بعد میں ان کی وفات جیسے بھی خدا کے ہاں مقدر ہو ہونے والی ہوگی، کچھ عرصے کے بعد ان سے آملیں گے لیکن ان کے متعلق اللہ ان کو تسلیاں دے رہا ہے کہ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کہ ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا کسی خوف سے وہ مرعوب نہیں ہوں گے وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور غم کی حالت میں خدا ان کو سکتے نہیں چھوڑے گا بلکہ ان کو غموں پہ حوصلہ عطا فرمائے گا یعنی لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کا مطلب ہے غم سے مغلوب نہیں ہوں گے۔

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ اور وہ خدا سے نعمت اور فضل کی خوشخبریاں پارہے ہیں۔پس ایک تو اس آیت کا ایک مفہوم اس واقعہ سے سمجھ آیا کہ خدا تعالیٰ یہ کیوں فرماتا ہے کہ شہیدوں کو ان کے پیچھے رہنے والوں کے متعلق خوشخبریاں دی جائیں گی۔جب ریاض شہید کی یہ بات مجھے پہنچی تو اس وقت میں سمجھا، دراصل بعض لوگوں کو چھوڑنا بڑا مشکل ہوتا ہے اور ان کے متعلق اللہ تعالیٰ لازماً آخرت میں، اپنی دوسری دنیا میں یعنی روحانی زندگی میں ان کو خوشخبریاں دے گا کہ فکر نہ کرو ہم تمہارے بھی مالک اور والی تھے، ان کے بھی مالک اور والی ہیں اور ان کے متعلق ان کو اطمینان دلاتے ہیں۔پس شہید کے پسماندگان کے لئے قرآن کریم میں یہ خوشخبری پہلے سے موجود ہے۔پس

اس خوشخبری کو سچا کر دکھائیں اپنی ذات میں اس کا اطلاق کریں اور جانیں کہ یہ بظاہر نقصان ہے مگر حقیقت میں بہت بڑی سعادت ہے۔اس لئے غم کر کے اس آیت کے اطلاق کو اپنے متعلق مشکوک نہ ہونے دیں۔ یہ بڑا مشکل کام ہے لیکن جہاں تک میرا خورشید احمد خان سے رابطہ ہوا ہے مجھے یہی تسلی ہوئی اور دوہرا اطمینان ہوا کہ الحمد للہ میری نصیحت سے پہلے ہی ان لوگوں نے وہی نمونہ دکھایا ہے جس کا تذکرہ اس آیت میں ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شہید کی روح کو تسلیاں دے گا کہ تمہارے پیچھے رہنے والوں کا ہم خیال رکھیں گے، تم بالکل تسلی رکھو، کوئی غم نہیں ہوگا ان کو کوئی خوف نہیں ہوگا، پس شہداء کی جو اولاد پیچھے رہ جاتی ہے ان کی زندگی پر نظر ڈال کر دیکھیں اللہ تعالیٰ حیرت انگیز طور پر ان کے حالات بدلتا ہے، ان پر بے شمار نعمتیں اور فضل نازل فرماتا ہے اور کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے۔اس کے مقابل پر جو دوسرے رشتے دار پیچھے رہ جاتے ہیں ان کی حیثیت ہی کوئی نہیں ہوتی۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ کی اولاد کو دیکھ لیں آج دنیا میں ہر جگہ بڑے بڑے مناصب پر بڑی بڑی اعلیٰ علمی فضیلت کے مقامات تک پہنچی ہوئی اولاد ہے۔کئی علم کے پہلوؤں سے انہوں نے ترقی کی ہے اور دنیا کی نعمتوں سے بھی خدا نے ان کو کسی پہلو سے محروم نہیں رکھا۔ساری دنیا میں بڑی عزت کے ساتھ پھیلایا ہے۔ان کے متعلق ان کے ایک عزیز نے جو پشاور میں رہتے ہیں انہوں نے مجھے ایک دفعہ لکھا کہ جس علاقہ میں ہمارا خاندان ہے وہ لوگ جو احمدیت سے الگ ہیں، الگ رہے ہیں اس وقت یا بعد میں چھوڑ گئے، ان کا کوئی بھی حال نہیں۔نہ دین نہ دنیا، کوئی حیثیت باقی نہیں رہی۔جو عزتیں عطا ہوئی ہیں وہ اسی خاندان کو ہوئی ہیں جو حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ کی اولاد تھی اور اولاد در اولاد تھی۔تو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ایک سچا وعدہ ہے اس میں ادنیٰ بھی شک نہیں ہے کہ دنیا میں بھی شہداء کی اولاد کے ساتھ اللہ تعالیٰ غیر معمولی رحمت اور شفقت کا سلوک فرماتا ہے۔

بعض دفعہ فوری طور پر انسان کو دکھائی نہیں دیتا مگر وقت بتا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی وعدے کو بھولتا نہیں اور ہمیشہ خدا کے وعدے بڑی شان کے ساتھ اس دنیا میں پورے ہوتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ آئندہ کے لئے جو ان سے وعدے ہیں وہ بھی ضرور پورے ہوں گے۔پس ان شہید کے پسماندگان کے متعلق یہ میرا جو تأثر ہے یہ قرآن کی آیات کے مطابق ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ اپنے فضلوں سے ان کو نوازے گا اور کسی حالت میں بے یارومددگار نہیں چھوڑے گا۔

اب ایک اور وفات کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں کیونکہ جمعہ کے بعد عصر کی نماز آج جمع ہوگی، کیونکہ میں مسافر ہوں اور اکثر آج یہاں جو دوست ہیں وہ بھی مسافر ہیں تو اس کے معاً بعد جو جنازے پڑھے جائیں گے ان میں ایک جنازہ ہمارے انگلستان کے ایک نہایت مخلص دوست اور عزیز نعیم عثمان صاحب کا جنازہ ہے۔ یہ بروز سوموار لندن میں صبح تین بج کر چالیس منٹ پر اچانک دل کا دورہ پڑنے سے وفات پا گئے۔ بہت مخلص اور فدائی انسان تھے اور میرے ساتھ ان کا پرانا رابطہ خدمت دین کے تعلق ہی میں ہوا تھا۔ جب شیخ مبارک احمد صاحب انگلستان کے امیر تھے اس زمانے میں ایک ان کی کتاب تھی زیرِ نظر اس کا مسودہ میرے پاس پہنچا جو احمدیت کے مخالفین کے جواب میں یہ تحریر کر رہے تھے اور میں اس سے بہت متأثر ہوا۔ زبان بھی اچھی تھی اور ان کی پکڑ بھی بہت مضبوط تھی۔ اگرچہ دینی علم کا کوئی پس منظر نہیں تھا لیکن اس کے باوجود خود محنت کر کے ان اعتراضات کے جوابات تلاش کرتے اور بڑی محنت اور سلیقے کے ساتھ ان کے جوابات کو اکٹھا کر کے ایک جوابی حملے کی صورت میں منظّم کیا کرتے تھے۔ صرف ایک مشکل تھی کہ جوابی حملے میں زیادہ ہی کچھ جبروت پائی جاتی تھی اور بعض دفعہ بہت سخت جوابی حملہ ہوتا تھا۔ میر قاسم علی صاحب یاد آجایا کرتے تھے مجھے ان کی بعض عبارتیں پڑھ کے۔ وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف مولویوں کے حملوں کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور ان کا جوابی حملہ بہت سخت ہوا کرتا تھا۔ تو ان کو پھر میں سمجھا کر، بعض ان کی کتابیں شائع ہونے سے پہلے ان کو بلا کر سبقاً سبقاً گزرتا تھا اور ان کو بتاتا کہ یہاں سختی کم کریں، یہاں سختی کم کریں۔ ہمارا مقصد تو جواب دینا ہی نہیں بلکہ دل جیتنا بھی ہے اگر ہم ضرورت سے زیادہ سختی کر دیں تو بعض دفعہ یہ اعلیٰ مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ ہاں بعض دفعہ سختی ضروری بھی ہوتی ہے۔ بعض شریر ایسے بدبخت ہوتے ہیں کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے ان کو انہی کی زبان میں بعض دفعہ نمونے کا جواب دینا ضروری ہوتا ہے ورنہ وہ سمجھ نہیں سکتے کہ پاکوں پر زبان کھولنا کیسے ظلم کی بات ہے۔

پس ان کا جو یہ خاص انداز تھا کہ سلمان رشدی کے ہم مزاج لوگوں سے ٹکر لیتے تھے اور بڑی شدت کے ساتھ ان کا زور کے ساتھ جواب دیا کرتے تھے۔ یہ ان کی شخصیت کو ایسا ممتاز کرنے والا ایک معاملہ تھا کہ رفتہ رفتہ ان کے ساتھ میرے تعلق کی بناء پر ان کا خاندان جو گجرات کے یعنی

ہندوستان کے صوبہ گجرات کے ساتھ تعلق رکھنے والا خاندان ہے، ان کے دادا پہلی دفعہ مشرقی افریقہ میں احمدی ہوئے تھے اور وہ بڑے بہادر اور نڈر تبلیغ کرنے والے تھے۔ خاندان نے جو بڑا متمول تھا بڑی مخالفتیں کی لیکن کبھی پرواہ نہیں کی تو ان سے میرے تعلق کو دیکھ کر ان کا خاندان جو بڑا وسیع تھا اپنا تعارف ہمیشہ ان کے حوالے سے کرواتا ہے۔ کوئی خاتون آتی ہیں کہ میں نعیم عثمان کی پھوپھی ہوں، کوئی یہ بتایا کرتے ہیں کہ جی میں ان کا فلاں ہوں، کوئی بتایا کرتے تھے کہ میں ان کا فلاں رشتہ دار ہوں، کوئی کہتا تھا میں نعیم عثمان کا یہ لگتا ہوں۔ پس اس حوالے سے یہ مشہور ہوئے اور میرے ساتھ ان کا ذاتی تعلق جو تھا وہ ان کے رشتے داروں کے لئے قرب کا حوالہ بن گیا۔

ان کے وصال کے بعد مجھے اب یہ کمی محسوس ہو رہی ہے کہ انگلستان میں اس جرأت کے ساتھ، اس حوصلے اور عقل کے ساتھ جواب دینے والے نئی نسل میں ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ جن لوگوں کو میں تیار کر رہا ہوں ان میں سے ایک ارشد احمدی صاحب ہیں ان کو سلمان رشدی کے متعلق جوابی کتاب کے لئے میں نے تیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان میں یہ صلاحیت ہے۔ اگر چہ وہ کھلاڑی ہیں عموماً اور تقریباً ہر کھیل میں بہت اچھے ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے زبان کا سلیقہ بھی بخشا ہے، تقریر بھی اچھی کر لیتے ہیں، تحریر بھی اچھی ہے۔ اس لئے جب ان کے سپرد میں نے یہ کام کیا تو ان سے تفصیل سے جواب دینے کے طریقے، سلیقے کے متعلق بات ہوئی اور وہ سمجھ گئے۔ جو مسودہ انہوں نے تیار کیا میرے آنے سے کچھ دن پہلے مجھے دکھایا بھی، پورا تو نہیں مگر اس کے نمونے پڑھ کے سنائے، اس میں ابھی کچھ اصلاح طلب باتیں تھیں۔ اس لئے ان کو میں نے سمجھا دیا ہے انشاء اللہ ان کی کتاب آئندہ چند ماہ میں آجائے گی۔

میں چاہتا ہوں کہ اور بھی نوجوان اب اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ صرف انگلستان کی بات نہیں، جرمنی میں بھی، سپین میں بھی، دوسری جگہوں میں بھی۔ سپین میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کرم الٰہی صاحب ظفر کی اولاد ماشاء اللہ بڑی مستعد اور احمدیت کے دفاع میں ایک ننگی تلوار ہے لیکن باقی دنیا میں بھی ہمیں اس قسم کے مجاہدین چاہئیں جو نئی نسل میں اس کام کو سنبھال لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ خلفاء کو اس قسم کے تائید کرنے والے اور اسلام کے دفاع میں مستعد نوجوان عطا فرماتا رہتا ہے۔ مجھ سے بھی اس معاملے میں کوئی کمی نہیں رکھی مگر آئندہ نسلوں کے لئے میں سمجھتا ہوں مزید ضرورت ہے اور

چونکہ ہمارا رابطہ غیر مذاہب سے زیادہ وسیع ہو چکا ہے اور زیادہ زبانوں میں ہو چکا ہے اس لئے محض ایک دو اردو دان دفاع کرنے والے کافی نہیں۔ انگریزی میں بھی، سپینش میں بھی، جرمن زبان میں بھی اور البانین میں بھی، بوسنین میں بھی، افریقہ کی زبانوں میں بھی کثرت سے ایسے مخلصین چاہئیں جن کا پس منظر خواہ دینی تعلیم کا نہ بھی ہو لیکن ان کا ذوق شوق اتنا بڑھا ہوا ہو کہ وہ ان کو اس کام کے لئے وقف کر دے اور نیا نیا لٹریچر وہ خود پیدا کرنے لگیں۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ایک نعیم عثمان جاتا ہے تو کئی نعیم عثمان عطا کر دے اور زندہ اور سعید قوموں کی یہی نشانی ہوا کرتی ہے۔ ایک سردار گزرتا ہے تو خدا دوسرے اور بہت سے سردار عطا کر دیا کرتا ہے جیسا کہ عرب شاعر کا ایک شعر غالباً میں نے اسی مسجد میں ایک دفعہ سنایا تھا:

اذا سید منا خلا قام سید
قؤل لما قال الکرام فعول

ایک عرب شاعر کہتا ہے اور بہت ہی بلند مرتبہ شعر ہے کہ جب ایک سردار ہم میں سے گزر جاتا ہے تو ہم بے سردار نہیں رہا کرتے۔ ''قام سید'' اس کی جگہ ایک اور سردار اٹھ کھڑا ہوتا ہے **قؤل لما قال الکرام** وہ ایسی ہی باتیں اسی شان کے ساتھ کہتا ہے جیسے پہلا سردار کہا کرتا تھا اور صرف باتیں کہنے والا نہیں بلکہ عمل کر کے دکھانے والا سردار ہوا کرتا ہے۔

تو اللہ ہمیں ہر گزرنے والے مجاہد احمدیت کے لئے خواہ وہ شہادت کے ذریعے دنیا چھوڑے یا طبعی موت کے ذریعے اور ایک نہیں بلکہ کثرت سے دوسرے ہمارے لئے پیدا فرماتا رہے اور عطا کرتا رہے۔ آمین

جنازہ غائب میں ایک اور دوست کا نام بھی شامل کر لیں۔ یہ ہمارے شیخ محمد اقبال صاحب پراچہ سرگودھا کے ہیں۔ ان کی بیٹی جو رشید احمد صاحب ایمبیسڈر کی بیگم ہیں انہوں نے مجھے کل فون پر اطلاع دی کہ ان کی وفات ہوگئی ہے۔ یہ بھی پراچہ خاندان میں ماشاءاللہ بہت مخلص اور فدائی انسان تھے۔ حضرت مرزا عبدالحق صاحب کے دست راست رہے ہیں۔ اب لمبے عرصے سے بیمار تھے اس لئے یہ عملاً زیادہ خدمت نہیں کر سکتے تھے۔ مگر آنے جانے والے سے ہمیشہ میرا ذکر کر کے دعا کی تحریک کیا کرتے تھے۔ ان کا پیغام مجھے ملا ہے کہ جب بھی ان کی طبیعت کچھ بگڑتی تھی اس سے پہلے یہ کہا کرتے تھے کہ غالباً میری وفات جمعرات کو ہوگی اور جمعرات ہی کو خلیفۃ المسیح کو میرا پیغام دے دینا

کہ جمعہ کی نماز کے بعد جو جنازہ پڑھائیں گے اس میں مجھے شامل کرلیں۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا بھی دیکھیں کیسے پوری کی۔جمعرات ہی کو وفات ہوئی اور جمعہ کی نماز کے بعد ایسے جنازے، عظیم جنازے ہونے تھے جن میں ان کا شامل ہونا اللہ تعالیٰ کے فضل سے خاص عنایت اور ایک فضل ہے۔تو ان تینوں کی نماز جنازہ غائب آج نماز جمعہ کے بعد عصر کی نماز ہوگی اس کے بعد پڑھائی جائے گی۔اللہ تعالیٰ ان کے مراتب کو بلند فرمائے اور کثرت کے ساتھ بلند مرتبہ احمدیت کو عطا کرے۔آمین